جلد 21 شمارہ 5

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ہجرت 1359 ھش

مئی 1980ء

ایڈیٹر

سید کمال یوسف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر

آل عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

- ہجرت ۱۳۵۹ ہش
- جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ
- مئی ۱۹۸۰ء

ایڈیٹر

سید کمال یوسف

پاکستان قیمت سالانہ: پندرہ روپیے فی پرچہ ڈیڑھ

فہرست مضامین

پبلشر .... چوہدری محمد ابراہیم

مطبع .... ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت .... دفتر ماہنامہ انصار اللہ دار الصدر جنوبی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲۱	ماھنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ ۵

ھجرت ۱۳۵۹ ہش

مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا

میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تحریر فرماتے ہیں:

"اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔

اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین

مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔ جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے۔ تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھلائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ دنیا قائم رہے۔ جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں۔ جن کی خدا نے خبر دی۔ میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے۔ جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔"

(الوصیّۃ)

جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ پنجاب

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ

حضرت مولوی راجیکی صاحب ہمارے ان بزرگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے علمی تبحر کے ساتھ رویائے صالحہ، کشوف، الہامات اور قبولیت دعا جیسی عظیم نعمتوں سے بھی نوازا تھا۔ آپ قرآن، حدیث، فقہ، کلام اور تصوف کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ نے ان علوم کی ہزارہا مطالعہ فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ اوّل رضی اللہ عنہ کے بار بار فرمانے پر آپ نے حضور سے علم طب بھی پڑھا اور اس میں بھی دسترس حاصل کی۔

عربی زبان پر آپ کو ایسا عبور حاصل تھا کہ آپ عربی میں بے تکلف نظم اور نثر لکھ لیتے۔ آپ کے عربی قصائد سینکڑوں اشعار پر مشتمل اور مختلف خصوصیات کے حامل ہیں۔ کوئی قصیدہ بائیہ ہے اور کوئی تائیہ۔ کوئی منقوطہ ہے اور کوئی غیر منقوطہ۔ ایک قصیدہ کے ہر شعر کا پہلا مصرع منقوطہ ہے اور دوسرا غیر منقوطہ۔ اردو، فارسی اور پنجابی میں بھی آپ نے قصائد اور سی حرفیاں لکھیں جو بہت مقبول ہوئیں۔ آپ نے بعض قصائد اور سی حرفیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پڑھ کر سنائیں اور حضور نے بھی پسند فرمائیں۔ اشعار لکھنے میں آپ زیادہ وقت بھی نہیں لیتے تھے۔ بعض دفعہ مجلس میں فی البدیہہ اشعار سنا دیتے۔

آپ اپنی تقریر میں قرآنی معارف خاص طور پر بیان کرتے اور ایسا رنگ پیدا کرتے کہ صوفی مزاج لوگ انہیں بہت پسند کرتے۔ ایک دفعہ ۱۹۱۱ء میں بنگلور سے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک درخواست آئی کہ وہاں جماعت اسلامیہ کی طرف سے ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا ہے اور برصغیر کے مختلف علاقوں سے علماء کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ آپ بھی مرکز سے علماء کو بھجوائیں۔ حضرت مولوی راجیکی صاحب ان دنوں لاہور میں متعین تھے۔ حضور نے آپ کو بنگلور جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ معہ ڈال شاہ صاحب اور برق صاحب پشاوری بنگلور پہنچ گئے۔ وہاں جو

سخن ہائے گفتنی

انصار اللہ کا گزشتہ شمارہ مارچ و اپریل ۱۹۸۰ء دو ماہ کا تھا۔ اس شمارہ میں بعض مضامین شامل نہ کئے جا سکے تھے۔ جن کے متعلق ارادہ تھا کہ زیر نظر شمارہ میں دیئے جائیں گے۔ لیکن بوجوہ اس شمارہ میں بھی وہ مضامین نہیں آسکے جس کے لئے ادارہ قارئین کرام سے معذرت خواہ ہے۔

گزشتہ ماہ محترم جناب قاضی محمد اسلم صاحب لاہور نے تحریر فرمایا تھا کہ ماہنامہ انصار اللہ کا اپنا تشخص ہونا چاہیئے۔ ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ عالمگیر مجلس انصار اللہ کا ترجمان یہ ماہنامہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے منفرد نگارشات پر مبنی ہو۔ ہم اس سلسلہ میں سعی کر رہے ہیں اور ارباب علم و دانش سے بھی بجا طور پر متوقع ہیں۔ کہ وہ قلمی اور علمی معاونت فرما کر ہمیں اس قابل بنائیں کہ یہ رسالہ من حیث المجموع منفرد۔ مفید اور نافع ہو۔ وباللہ التوفیق

احباب کی پُر خلوص آراء۔ زرّیں مشوروں اور مفید تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

ایڈیٹر

علماء جمع تھے ان میں سید سلیمان صاحب ندوی اور مولانا شوکت علی صاحب بھی تھے۔ پروگرام کے مطابق مولانا راجیکی صاحب کی باری آئی تو خواجہ کمال الدین صاحب نے آپ کو تجویز کیا کہ آپ سورۂ کوثر کی وہ تفسیر بیان کردیں جو آپ نے لاہور میں بیان کی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی تقریر میں سورۂ کوثر کی تفسیر بیان فرمائی۔ تقریر کے بعد سید سلیمان صاحب ندوی نے خواجہ صاحب سے مولوی صاحب کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں اور کہا ان کی بیان کردہ تفسیر نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ میں نے آج تک سنو کے قریب تفاسیر اس سورۃ کوثر کی پڑھی ہیں۔ اور مفسرین نے جو عجیب وغریب حقائق ومعارف اس سورۂ شریف کے بیان کئے ہیں ان پر آگاہی حاصل کی ہے۔ مگر جو کچھ انہوں نے آج بیان کیا ہے یہ بالکل نیا اور اچھوتا ہے اور ان کی تقریر سے مجھے جدید معلومات کا ذخیرہ ملا ہے خواجہ صاحب نے انہیں بتایا کہ یہ میرے استاد ہیں۔ اور انہوں نے اس وقت اختصار کے ساتھ تفسیر بیان کی ہے ورنہ اس کے متعلق بہت تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں۔"

(حیات قدسی حصہ چہارم ص۴۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی ایک خطبہ جمعہ میں آپ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی

"میں سمجھتا ہوں کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کا اللہ تعالےٰ نے جو بحر کھولا ہے وہ بھی زیادہ تر اسی زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلے ان کی علمی حالت ایسی نہیں تھی لیکن بعد میں جیسے یکدم کسی کو پستی سے اٹھا کر بلندی تک پہنچا دیا جائے۔ اسی طرح خدا تعالےٰ نے ان کو مقبولیت عطا فرمائی۔ اور ان کے علم میں ایسی وسعت پیدا کردی کہ صوفی مزاج لوگوں کے لئے ان کی تقریر بہت دلچسپ۔ دلوں پر اثر کرنے والی اور شبہات و وساوس دور کرنے والی ہوتی ہے۔ گذشتہ دنوں میں شملہ گیا تو ایک دوست نے بتایا کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی یہاں آئے۔ اور انہوں نے ایک جلسہ میں تقریر کی۔ جو رات کے ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوئی۔ تقریر کے بعد ایک ہندو ان کی منتیں کرکے اپنے گھر لے گیا اور کہنے لگا کہ آپ ہمارے گھر چلیں۔ آپ کی وجہ سے ہمارے گھر میں برکت نازل ہوگی۔"

(الفضل ۸ نومبر ۱۹۴۰ء)

ایک جگہ مولوی صاحب خود فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالےٰ کے فضل وکرم سے اس حقیر خادم سلسلہ کو لمبے عرصے سے تبلیغی خدمات بجالانے کی توفیق مل رہی ہے اور ہزاروں افراد ان مساعی کے ضمن میں بفضلہ تعالےٰ انشراح صدر حاصل کرکے احمدیت میں داخل ہوچکے ہیں۔ موضع فیض اللہ چک ضلع گورداسپور کے متعلق اس تعلق میں ایک خبر شائع

ہوئی ہے۔ جو اتفاق سے میری نظر سے گزری وہ ذیل میں الفضل مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۲۳ء سے درج کی جاتی ہے۔

۵۸ افراد داخل احمدیت ہوئے

"جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی بحکم ناظر صاحب تالیف و اشاعت فیض اللہ چک و بھیل چک متصل قادیان ایک کام کے لئے گئے جہاں ان کے وعظ و نصائح سے ۵۸ مردوں عورتوں نے بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ ان کے نام فہرست نومبائعین میں شامل ہوں گے۔" (حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۱۴۵)

جماعت لاہور کے ساتھ مولوی صاحب کا خاص تعلق رہا۔ آپ کو وہاں ۱۹۰۹ء میں تعلیم و تربیت کے لئے بھیجا گیا۔ امام اور خطیب بھی آپ ہی کو مقرر کیا گیا۔ نومبائعین نے اگرچہ علیحدگی تو ۱۹۱۴ء میں اختیار کی۔ لیکن کئی سال پہلے اختلاف کی باتیں شروع کر دی تھیں۔ لاہور میں صدر انجمن احمدیہ کے چار ممبر رہتے تھے جن میں سید محمد حسین شاہ صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب بھی تھے۔ ان کی وجہ سے حضرت مولوی صاحب کی زیادہ ضرورت تھی۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے آخری ایام میں آپ بیمار ہو گئے اور لاہور سے آنا پڑا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو حضور نے پھر حضرت مولوی صاحب کو لاہور بھجوایا کہ وہاں جا کر جماعت کو سنبھالیں چنانچہ آپ نے وہاں جا کر خدا کے فضل سے خوب کام کیا۔ راقم الحروف جب ۱۹۱۶ء میں لاہور میں کالج گیا تو حضرت مولوی صاحب حضرت میاں چراغ الدین صاحب کے مکان پر جمعہ پڑھاتے تھے اور درس قرآن کریم دیتے تھے۔ بی۔ اے کرنے تک خاکسار بھی دو سال کے قریب اس درس میں شامل ہوتا رہا۔ اور اپنی حمائل شریف میں جس کے اوراق کے درمیان میں نے سفید کاغذ لگوائے تھے اس درس کے نوٹ درج کرتا رہا۔ وہ حمائل شریف اب بھی میرے پاس موجود ہے۔ آپ کے درس میں بہت سے نکات ہوتے اور بہت جاذبیت رکھتا۔

ایک دفعہ آپ مالابار بھیجے گئے تو وہاں آپ نے قرآن کریم کا درس دینا شروع کیا۔ ۲۱ دن آپ نے آیت استعاذہ کے معارف بیان کئے۔ سوا ماہ آیت تسمیہ کے اور دو ماہ الحمد للہ رب العالمین کے۔ چھ ماہ میں آپ صرف اھدنا الصراط المستقیم تک پہنچ سکے۔ بہت سے غیر از جماعت علماء بھی اس درس میں شریک ہوتے تھے۔

(حیات قدسی حصہ چہارم صفحہ ۵۶)

اس علمی پہلو کے ساتھ آپ کا دوسرا پہلو آپ کے تقوےٰ و طہارت کا تھا۔ آپ کو کثرت سے رویائے صالحہ اور کشوف ہوتے تھے۔ الہامات سے بھی آپ حصہ دیئے گئے تھے۔ آپ کی دعائیں بھی اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے بہت قبول فرماتا تھا۔ یہ سب کچھ آپ کو اللہ تعالےٰ نے قبول احمدیت کے نتیجہ میں عطا فرمایا۔

ابتدائی حالات

آپ کے ابتدائی حالات یہ ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے درمیان کسی وقت موضع راجیکی (ضلع گجرات) میں ہوئی۔ اور اس وجہ سے آپ مولوی راجیکی صاحب کہلاتے تھے۔ آپ کے خاندان میں بہت سے بزرگ ہوئے اور اس وجہ سے بڑی عزت رکھتا تھا۔ قوم کے لحاظ سے آپ وڑایچ تھے۔ قرآن شریف کے ساتھ اس خاندان کا اتنا تعلق تھا کہ بعض پشتوں میں تو نو دس دس حفاظ بیک وقت ہوئے۔ اس خاندان کی بعض خواتین اپنے بچوں کو دودھ وضو کرکے پلاتی رہیں۔

سکول میں تعلیم آپ کو مڈل کلاس میں ہی چھوڑ دینی پڑی۔ پھر آپ نے چند فارسی کتب پڑھیں۔ کوئی پندرہ سولہ سال کی عمر میں آپ نے مجاہدات کرنے شروع کر دیئے۔ یوم الوصال کے روزے۔ مغرب کی نماز کے بعد سورۂ یاسین کی تلاوت۔ سورۂ مزمل کی تلاوت اور درود اکبر۔ درود مستغاث۔ درود وصال اور حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کے درود۔ کبریت احمر کا بالالتزام وظیفہ۔ قریب قریب جو ریت کے ٹیلے تھے ان پر جاکر تڑپ تڑپ کر دعائیں کرنا۔ خلوت گزینی کا اختیار کرنا وغیرہ۔ لیکن آپ کو اپنا سارا ماحول سخت تاریک نظر آتا تھا۔" (حیات قدسی حصہ اول ص)

آپ نے حضرت مولوی امام الدین صاحب سے جو ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے مثنوی مولانا روم بھی پڑھی۔ ان دنوں حسن اتفاق سے وہاں ایک احمدی سپاہی سرکاری کام پر گیا تو اس کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "آئینہ کمالات اسلام" تھی۔ اس میں حضور علیہ السلام کی اس نظم پر آپ کی نظر پڑی ؎

عجب نوریست در جان محمد ؛ عجب لعلیست در کان محمد

اسے پڑھ کر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور جب آخری شعر ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است ؛ بیا بنگر ز غلمان محمد

پہنچے تو حضور علیہ السلام کو دیکھنے کی تڑپ پیدا ہوئی۔ کچھ غور اور مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے ستمبر یا اکتوبر ۱۸۹۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں بیعت کا خط لکھ دیا اور بعد

میں حضرت مولوی امام الدین صاحب گولیکی کے ساتھ قادیان جاکر حضور کی دستی بیعت کی۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے آپ نے مدرسہ رحیمیہ لاہور میں مولوی کلاس کا داخلہ لیا تھا۔ اور چھ ماہ پڑھائی بھی کی تھی۔ لیکن اس بیعت کے بعد اسے چھوڑ دیا۔ اور تمام تر توجہ تبلیغ کی طرف ہوگئی۔ اور دس سال اپنے علاقہ میں آنریری مبلغ کے طور پر کام کرتے رہے۔

جو وظائف آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں داخل ہونے سے پہلے کرتے تھے وہ آپ نے اس کے بعد بھی جاری رکھے۔ اور مزید برآں نقشبندی طریق پر فنافی الشیخ کی منزل طے کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تصور بھی جگانا شروع کر دیا۔ اس طریق کو اختیار رکئے دس دن گذر گئے تو آپ کو خیال آیا۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی دریافت کر لینا چاہیئے۔ چنانچہ آپ نے حضور کی خدمت خط لکھا۔ اس کے جواب میں حضور نے جو تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے :۔

اوّل ۔ تصور مخلوق سے بجز شرک کے اور کوئی نتیجہ نہیں۔
دوم :۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر کے لئے اللہ تعالےٰ کا اسم ہی کافی ہے۔
سوم :۔ درود وہ پڑھنا چاہیئے۔ جس پر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مہر ہو۔ اور سب سے بہتر وہ درود ہے جو اپنی فضیلت کی وجہ سے نماز میں شامل ہے۔

اس خط کے ملنے پر حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں :۔

" اس کے بعد ان وظائف اور اعمال اور حضور کے تصور کو ترک کر دیا۔ اس خط کی برکت سے میرے قوےٰ وحواس اور دل و دماغ پر اللہ تعالےٰ کی عظمت کا وہ نقش بیٹھ کہ اب میں جس حال میں بھی ہوں اللہ تعالےٰ کے ذکر سے خالی نہیں رہتا۔ اور حضور اقدس کے اس ارشاد سے کہ تصور مخلوق سے بجز شرک اور کوئی نتیجہ نہیں میرے دل میں حضور اقدس کی عظمت اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔" (حیات قدسی حصہ دوم ص۲)

بیعت کے بعد دس سال جو اپنے گاؤں میں اور گردونواح میں تبلیغ کرتے رہے وہ بہت مؤثر ثابت ہوتی رہی۔ آپ نہ صرف دلائل سے کام لیتے بلکہ آپ کا تقوےٰ اور آپ کی دعاؤں کی قبولیت لوگوں کی آنکھیں کھولنے کا زیادہ موجب ہوتے۔ اللہ تعالےٰ عجیب عجیب رنگ میں آپ کی نصرت فرماتا۔ آپ کی زندگی خدا تعالےٰ کے نشانوں سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی تفصیل آپ کے حالات زندگی موسومہ " حیات قدسی " کے پانچ حصوں میں اور اصحاب احمد مصنفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم اے

کی جلد ختم ہیں ملے گی۔ آپ کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائے۔

آپ دعائیں نہایت اضطرار اور عاجزی سے کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ ساری ساری رات کرتے رہتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی قبولیت بھی حاصل ہوتی تھی۔ بلکہ اکثر طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو قبولیت کی بشارت بھی مل جاتی تھی۔ بعض دفعہ واضح طور پر اور بعض دفعہ مجمل صورت میں۔ ان میں سے بعض واقعات درج ذیل ہیں

(حیات قدسی حصہ اول ص۲۱ تا ص۲۴)

(۲) نواب اکبر یار جنگ صاحب ریاست حیدرآباد میں ہائیکورٹ کے جج تھے۔ انہیں ملازمت کا عرصہ ختم ہونے پر ایک سال کی توسیع ملی تھی۔ جب وہ توسیع کا عرصہ ختم ہونے لگا تو آپ نے مزید توسیع کی درخواست نظام حیدرآباد کی خدمت میں دی۔ لیکن بعض اطراف سے آپ کی مخالفت اس قدر تھی کہ مزید توسیع ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ حضرت مولوی راجیکی صاحب اس دوران (۱۹۳۵ء) میں حیدرآباد تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ نواب صاحب نے آپ کی خدمت میں دعا کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو کشف میں دیکھا کہ ایک دروازہ پر دو قفل لگے ہوئے ہیں آپ کے ہاتھ لگانے سے وہ دونوں قفل کھل گئے۔ آپ کو اس کی تفہیم یہ ہوئی کہ نواب صاحب کو دو سال کی مزید توسیع مل جائے گی۔ چنانچہ آپ نے اس کشف اور تفہیم کا نواب صاحب سے ذکر کر دیا۔ باوجود اس کے بھی حالات مخالف نہ رہے۔ آپ نے پھر دعا کی تو کشفاً بتایا گیا کہ پہلے کشف میں جو اطلاع دی گئی تھی وہ درست ہے۔ جب نواب صاحب کی درخواست پر حکم ہونے میں دو دن رہ گئے تو آپ نے دیکھا میر عثمان علی خان کرسی پر بیٹھے ہیں اور ان کے میز پر ایک کاغذ پڑا ہے۔ انہوں نے اس کاغذ پر لکھا۔

"نواب اکبر یار جنگ کو دو سال کی توسیع دی جاتی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد نواب صاحب حضرت مولوی صاحب کے پاس آئے تو حاضرین نے انہیں یہ بشارت دیگر مبارک باد دی۔ لیکن انہوں نے حالات کی وجہ سے اسے تعجب کی نگاہ سے دیکھا۔ جب نواب نظام کی خدمت میں حکم سننے کے لئے گئے۔ تو اس وقت نظام کسی اہلکار پر خفگی کا اظہار کر رہے ہیں نواب صاحب نے اسے بدشگونی خیال کیا۔ لیکن بہرحال اپنی درخواست کے متعلق عرض کیا۔ نظام نے اسی وقت درخواست پیش کرنے کا حکم دیا۔ اور اسی وقت دو سال کی توسیع کا حکم لکھ دیا اور نواب صاحب کے حوالے کر دیا۔ مخالف حالات کے باوجود حضرت مولوی صاحب کے کشف کا بعینہٖ پورا ہو جانا سب کے لئے بہت حیرت انگیز ہوا۔ نواب صاحب کی بیگم ابھی تک احمدی نہیں تھیں۔ اسی واقعہ پر انہوں نے بھی بیعت کر لی۔

۳۔ حضرت مولوی صاحب نے قادیان میں مکان بنایا تو مقروض ہو گئے۔ ملک صاحب خان صاحب نون نے آپ کی خدمت کے طور پر وہ قرضہ اتار دیا۔ مولوی صاحب کے دل میں ملک صاحب کے لئے دعا کی تحریک ہوئی آپ نے ملک صاحب سے ایسے کام پوچھے جو ابھی تک رُکے ہوئے ہوں۔ ملک صاحب نے فرمایا انہیں ابھی تک ڈپٹی کمشنری نہیں ملی۔ اور نہ ہی خطاب ملا ہے۔ بچہ بھی کوئی نہیں۔ آپ نے ان تینوں کاموں کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو قبولیت کی اطلاع دی اور آپ نے ملک صاحب کو بتا دیا کہ خدا تعالیٰ یہ تینوں کام کر دے گا۔ اور یہ بھی بتایا کہ وہ گوجرانوالہ میں بطور ڈپٹی کمشنر لگائے جائیں گے چنانچہ اس کے مطابق ملک صاحب ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ بھی لگ گئے۔ خان بہادری کا خطاب بھی مل گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی دے دیا۔ آپ نے رؤیا میں اسی کا نام احمد خان رکھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بغیر اس رؤیا کے علم کے لڑکے کا نام احمد خان رکھا؛

"صبر اور استقامت کے ساتھ تمام راستبازی کی راہوں کو پورا کرنا اور بے لوث زندگی اختیار کرنا یہی اسلام کی جڑ اور حقیقت ہے۔"

(ست بچن)

[illegible]

(1)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(
[illegible]
)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دوم- وہ خود اعتمادی اور فرض شناسی کے جوہر سے لیس ہو کر اپنے مفوضہ کام کو سرانجام دینے کے لئے مستعد بھی ہو۔ جہاں تک تربیت کی اہلیت کا تعلق ہے۔ ہمیں بغیر کسی شک و شبہ کے یقین کر لینا چاہیئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جو ہمارا اور ہماری صلاحیتوں کا خالق ہے، خود ہمیں نگران مقرر کیا ہے تو ضرور ہمیں وہ صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے جسے بروئے کار لا کر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بھروسے یہ نازک اور اہم کام کر سکتے ہیں۔

اس لئے ہر مومن بھائی کو جو شادی شدہ ہے بغیر تذبذب کے اس یقین پر قائم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر تربیت کا ملکہ رکھا ضرور ہے اور اگر وہ دعا اور غور و فکر سے کام لیکر اپنے فرائض کی ادائیگی میں استقلال کے ساتھ لگا رہے گا۔ نہ تھکے گا اور نہ ہی مایوس ہوگا تو بفضلہ تعالیٰ کامیابی اس کے قدم چومے گی۔ لیکن اگر بعض وجوہات کی بناء پر اس کی منشاء کے مطابق نتائج برآمد نہ بھی ہوں تو بھی اسے خدائی ارشاد پر عمل کرنے کی وجہ سے اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہیئے اور قرآنی ارشاد لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کے مطابق کوشش بہر حال جاری رکھنی چاہیئے۔

(۲)

خدائی ارشاد قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ سے ہمیں حتماً معلوم ہوتا ہے کہ تربیت کی پہلی بابرکت سیڑھی اپنا نیک نمونہ اور اپنی اصلاح ہے۔ اگر تربیتی نکتہ نگاہ سے خود نگران میں ایسی کمزوریاں موجود ہوں جن کے دُور کرنے پر اسے لگایا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص اپنے کام میں پوری کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا۔ بلکہ اس کے زیر تربیت افراد اس کے قول و فعل کے تضاد کی وجہ سے اپنی اصلاح میں بہت سست رفتار ہوں گے یا پھر قول و فعل کے اس تضاد کو ہی کمال تصور کر کے اسی کے رنگ میں رنگین ہو جائیں گے۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ! یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کنبے کے سربراہ کو یہ حکم دیا ہے کہ تم پہلے اپنی اصلاح کی طرف توجہ کر کے تسلی کر لو کہ ترکِ شر اور ایصالِ خیر کی جانب تم خود گامزن ہو۔

ہم ممبران انصار اللہ پر کلام الٰہی کی روشنی میں یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم گھر کے اندر اور گھر سے باہر اپنوں اور غیروں کے لئے اپنے وجود میں نیک نمونہ قائم کریں اور اس وعید سے ہمیشہ ترساں رہیں جو فرمایا کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

(۳)

قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ کے بعد وَاَھْلِیْکُمْ کا مرحلہ آتا ہے۔ اس سلسلہ میں پہلی ذمہ داری یہ عاید ہوتی ہے کہ ہر مومن اپنی رفیقہ حیات کی اصلاح پر توجہ دے ورنہ اس کی اپنی کوششیں کبھی بھی اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ

بارآور نہیں ہو سکتیں۔ چونکہ مرد اپنے فرائض، مثلاً معاشی ضروریات اور جماعتی ذمہ داریوں کے باعث گھر میں دن کے وقت بہت ہی کم رہتا ہے لہٰذا بچوں کی براہِ راست تربیت کے کام سے بہت حد تک معذور ہوتا ہے جبکہ بچوں کی ماں و دیگر رشتہ دار عورتیں سارا دن گھر میں رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے تربیتی امور کے لئے نگران مقرر فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اصل مربی تو ماں ہی ہے۔ وہ ماں جس کی چھاتیوں سے بچے نے دودھ پیا اور کم و بیش چار برس تک اس کی گود میں رہ کر اسی کے جسم کا حصہ بن کر پلتا رہا اور ماں کی طبعی لازوال ممتا نے جس کی نس نس اور انگ انگ میں اپنی طرف بے انتہا رغبت اور جذبہ پیدا کر دیا۔ لازمی بات ہے کہ بچہ طبعاً اپنی پیاری ماں سے ہی ارادتاً یا غیر ارادی طور پر قدم قدم پر سبق لیتا ہے اور اسی کی خو بو اور طرز کو اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا یہ امر بہت ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو مناسب رنگ میں وعظ و نصیحت کرتا رہے تا پہلی اور بنیادی درس گاہ سے بچہ عمدہ تربیت حاصل کر سکے۔

(۴)

قرآن کریم نے مومن مردوں کو مندرجہ ذیل صفات سے متصف ہونے کی تلقین فرمائی ہے:۔

"اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ"

یعنی صبر کرنے والے، سچ بولنے والے۔ فرمانبرداری کرنے والے۔ اور خصوصیت کے ساتھ آخری حصہ میں مغفرت مانگنے والے۔

اور مومن عورتوں کے متعلق فرمایا:۔

"مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ"

یعنی تسلیم و رضا کی پیکر۔ اور ایمان دار۔ فرماں بردار۔ توبہ کی خوگر اور عبادت گزار عورتیں۔

اگر نکاح سے قبل مردوں اور عورتوں کے انتخاب میں ان صفات کو مدّنظر رکھا جائے تو آئندہ نسل کے صالح اور قرۃ العین ہونے کے یقینی امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسلام نے ہر بچہ کی پیدائش کے معاً بعد اس کے کانوں میں پاک کلمات کہنے کا حکم دے کر ہمیں یہ نکتہ سمجھایا ہے کہ روزِ ازل سے ہی اس کی تربیت کی فکر کرنی ہے۔ لیکن افسوس کہ بسا اوقات بچہ بلوغت کی عمر کو جا پہنچتا ہے اور ماں باپ (یا اُن میں کوئی ایک) غلط محبت کی وجہ سے یہی سمجھتے ہیں کہ ابھی تو نادان بچہ ہے بڑا ہو کر خود ہی سمجھ جائے گا۔ ایسی غلط محبت کا اس کے سوا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اس کے اخلاق بگڑ جائیں اور اس کی شخصیت مسخ ہو کر رہ جائے۔ خلاصہ یہ کہ اگر بچہ کا رشتہ

محض جذبات اور محبت پر قائم ہوگا تو تربیت خام اور ناکارہ رہے گی لیکن اگر اس رشتۂ محبت کو تعلیم و تربیت کے رنگ میں رنگین اور اس کے تابع رکھا جائے تو بفضلہٖ تعالیٰ نہایت شاندار نتائج کی امید رکھی جاسکتی ہے۔

اب یہ عاجز اختصار کے ساتھ گزارش کرتا ہے کہ تربیتی امور میں کن خصوصیات کا بچوں میں پیدا کرنا والدین کا فرض ہے۔ جس کے نتیجہ میں احمدی نونہال جو چمن زارِ احمدیت کے لئے خوشنما اور خوشبودار پھول ہیں آئندہ چل کر معاشرہ کے صالح اور صحت مند افراد بن سکتے ہیں۔

اخلاقی اور روحانی اقدار کو اجاگر کرنے کے لئے سب سے پہلا اور بنیادی وصف صداقت شعاری ہے۔ راست گفتاری کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ سے پرہیز کیا جائے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایک ایسے شخص کو جس میں بہت سے گناہ پائے جاتے تھے اس کے اس عہد کی وجہ سے کہ میں ایک گناہ ترک کرسکتا ہوں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ ترک کردو اور سچ بولا کرو۔ چنانچہ اس سچ بولنے کی برکت سے اس کے دوسرے گناہوں کا زنگ بھی چھوٹ گیا۔

دوسرا بنیادی وصف نمازوں کی ادائیگی اور پابندی ہے۔ بچے کو اپنے ساتھ مسجد میں لانا اور اُسے آداب مساجد سے آگاہ کرنا اور اس کی نگرانی کرنا ازبس ضروری ہے۔ نماز کے متعلق ارشاد خداوندی ہے کہ وہ فحشاء اور منکر سے بچاتی ہے۔

تیسری صفت ادب ہے جسے ہم حیا بھی کہتے ہیں۔ یعنی اپنے بڑوں اور جماعت اور ذیلی تنظیموں کے عہدہ داروں کا ادب اور احترام کرنا۔

ان کے علاوہ دیانت، محنت کی عادت، غصہ کو ضبط کرنا۔ صبر کرنا جسے ہم حوصلہ بھی کہتے ہیں۔ عفت، نگاہ و زبان کی پاکیزگی۔ مستقل مزاجی اور ہمدردیٔ خلائق وغیرہ صفات کا عملی نمونہ بچے کو دینا چاہیئے۔

تربیت کا ایک اہم ذریعہ خلیفۂ وقت کے ساتھ عاشقانہ اور خادمانہ تعلق اور نظام سلسلہ کا احترام اور پابندی ہے۔ یہ ایسی بنیادی صفت اور پاک بیج ہے جسے اگر عمل صالح کے پانی سے سیراب کیا جائے تو یہ ایسا ثمردار شجر بن جاتا ہے جس کے میٹھے پھل والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور جماعت کیلئے لذّت و سرور کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر ہم اپنی عزیز اولاد کے دلوں میں خلافتِ حقّہ کی اہمیت اور اس کی برکات کو جاگزین کرسکیں اور ہر حالت عسر و یسر میں خلافت اور نظام سلسلہ کے احترام کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے اپنا نیک نمونہ قائم کرکے اپنی اولاد کے دلوں میں راسخ کرسکیں تو باقی تربیت خود بخود آسان ہوجائیگی

اور ایسے بچوں کے متعلق آپ تسلی رکھ سکتے ہیں کہ وہ مستقیم الاحوال ہی رہیں گے۔

اے پہنگ اور پیارے انصار بھائیو! یہ بات بھی ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کی تربیت ایک مشکل فریضہ ہے جو روز ازل سے لے کر ہماری زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہنا چاہیئے تا جب ہم وفات پا جائیں تو ہماری اولاد ہماری قائمقام ہو جو اپنی نیکیوں اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے ہمارے مرنے کے بعد ہمارے لئے صدقہ جاریہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے!

آخر میں تربیت اولاد کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اہم ارشادات سنانے کی سعادت حاصل کرتا ہوں کہ ان پر عمل کئے بغیر ہم اس نہایت ہی اہم اور نازک کام کو سرانجام نہیں دے سکتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی آگ کو قابو سے نہ رہنے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اُسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے۔ کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوز دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴)

نیز فرمایا:۔

"ہدایت اور تربیت حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیئے۔ ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵)

سیرت و سوانح

اسلام کے خلیفۂ ثالث

سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

مکرم صوفی محمد اسحاق صاحب قائد اصلاح وارشاد مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ

سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافتِ راشدہ اولیٰ کے وہ گوہر آبدار ہیں کہ جن کی ضیا پاشی سے صدرِ اسلام کا زمانہ جگمگ جگمگ کرتا نظر آرہا ہے۔ آپ اسلام کے خلیفۂ ثالث منتخب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی عظیم ترین خدمات کا شرف بخشا۔

آپ کا نام عثمان تھا۔ کنیت ابو عبد اللہ اور ابو عمرو اور لقب ذوالنورین تھا۔ جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں۔ آپ کے والد کا نام عفان تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف سے جا ملتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ایک ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے اور اہلِ عرب کے عام دستور کے برخلاف بچپن اور سنِ رشد میں ہی آپ نے پڑھنا اور لکھنا سیکھ لیا۔ عہدِ شباب کا آغاز ہوتے ہی آپ تجارتی کاروبار میں لگ گئے اور اپنی صداقت و دیانت اور امانت کے باعث آپ کی تجارت کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عمر کا چونتیسواں سال تھا کہ مکہ میں صدائے توحید کا غلغلہ بلند ہوا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اول المسلمین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ انہوں نے ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دینِ متین کی تبلیغ کی اور آپ رضی اللہ عنہ ان کی تبلیغ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ خود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ سے آپ کا نکاح پڑھا اور آپ رضی اللہ عنہ وہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اسلامی خدمات

مسلمانوں کو مدینہ میں پانی کی سخت تکلیف تھی سارے شہر میں صرف ایک ہی کنواں میٹھے پانی کا تھا اور یہ ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ آپ نے اس یہودی سے پہلے کنوئیں کا نصف حق خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا یعنی ایک دن یہودی کا اس کنوئیں پر قبضہ ہوتا اور دوسرے دن مسلمانوں کا۔ مسلمان اس دن اتنا پانی بھر لیتے کہ دوسرے دن کسی کو پانی بھرنے کی ضرورت باقی نہ رہتی جس پر یہودی نے زچ ہو کر اپنی بقیہ نصف ملکیت بھی حضرت عثمانؓ کے پاس فروخت کر دی اور مسلمانوں کو پانی کی تکلیف سے مستقل نجات ہو گئی اس کنواں کا نام بیر رومہ تھا۔ اور حضرت عثمانؓ نے اس کے لئے اس یہودی کو بیس ہزار درہم اپنی گرہ سے دیئے۔

آپؓ نے تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا سوائے غزوۂ بدر کے کہ اس دن آپؓ کی اہلیہ حضرت رقیہ شدید بیمار تھیں۔

سنہ ۶ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زیارت کعبہ کے لئے روانہ ہوئے تو حدیبیہ کے مقام پر مشرکین نے آپ کو روک لیا اور صلح کے لئے گفت و شنید شروع ہوئی۔ اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا جب کئی دن گزر گئے اور آپ واپس نہ آئے تو افواہ اڑی کہ آپ کو شہید کر دیا گیا ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے خون کا قصاص لینے کے لئے اپنے پندرہ سو صحابہؓ سے ایک بیعت لی جس کا نام اسلامی تاریخ میں "بیعتِ رضوان" رکھا گیا اس بیعت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر رکھا اور ان کی طرف سے خود بیعت کی اور یہ شرف اور طرۂ امتیاز صرف عثمانؓ کے حصہ میں آیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی اس واقعہ کا اس طرح ذکر کیا ہے:

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ
مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا"

(سورۃ الفتح آیۃ ۱۹)

سنہ ۹ھ میں غزوۂ تبوک کے ۱/۳ حصہ فوج کے جملہ اخراجات حضرت عثمانؓ نے اپنی جیب خاص سے ادا کئے اور اس خدمت کی عظمت کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اس فوج میں ۳۰ ہزار پیادے اور ۱۰ ہزار سوار تھے اس کے علاوہ آپ نے ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور سامان رسد کے لئے ۱۰۰۰ دینار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے اور سرورِ کائنات آپؐ کی اس فیاضی پر اس

مسرور و شادماں تھے کہ آپ ان اشرفیوں کو اپنے دستِ مبارک سے اچھالتے تھے اور فرماتے تھے :-

" مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذَا الْيَوْمِ "

یعنی آج کے بعد عثمان کا کوئی کام اُسے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ (بحوالہ مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۰۲ و ترمذی باب مناقبِ عثمان رضی اللہ عنہ)

روشن ترین کارنامہ

دینی خدمات کے سلسلہ میں آپؓ کا سب سے روشن کارنامہ قرآن مجید کی مصدقہ نقول تیار کروا کر اسے اختلاف و تحریف سے محفوظ اور اس کی عام اشاعت کرنا ہے۔ آپؓ نے سب مسلمانوں کو ایک قرأت پر جمع کیا اور اس طرح قرآن مجید کو ہر قسم کی دست بُرد اور تحریف سے محفوظ کر دیا۔ موجودہ قرآن اُسی قرآنی نسخہ کی نقل ہے جسے حضرت عثمانؓ نے اپنے عہدِ مبارک میں محفوظ کروایا تھا اس لئے اس کو مصحفِ عثمانی بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ چونکہ خود بھی حافظ تھے اس لئے یہ کارنامہ آپؓ ہی کو زیب دیتا تھا۔

فضل و کمال

حضرت عثمانؓ اُن صحابہ میں سے ہیں جو اسلام سے پہلے ہی نوشت و خواند جانتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد آپؓ نے اس میں اور بھی ترقی کی یہاں تک کہ آپؓ کی تحریر و کتابت کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو کتابتِ وحی پر مامور کیا تھا اور جب کبھی کوئی آیت نازل ہوتی تو حضورؐ حضرت عثمانؓ کو بلا کر اُسے ضبطِ تحریر میں لایا کرتے تھے۔

روایتِ حدیث میں آپ کی روایات سب سے کم ہیں یعنی کل ۱۴۶ ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے اپنے اجتہاد سے بعض مسائل میں سہولت بھی پیدا کر دی مثلاً دیت یعنی خون بہا میں صرف اونٹ دینے کا رواج تھا حضرت عثمانؓ نے ان کی قیمت دینا بھی دینا بھی جائز قرار دے دیا۔

حضرت عثمانؓ کو فہم و فراست سے بھی ایک وافر حصہ عطا ہوا تھا اور اس کا اظہار اس وقت ہوا جب حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ کے استخلاف کا وصیت نامہ حضرت عثمانؓ کو لکھوا رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ ابھی کسی خلیفہ کا نام نہ لکھوا سکے تھے کہ آپؓ پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی عقل و دانش سے کام لیتے ہوئے اس وصیت نامہ میں حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت ابو بکرؓ کو ہوش آیا تو آپؓ نے اس بارہ میں دریافت کیا اور پھر جب حضرت عثمانؓ نے یہ بتلایا کہ میں نے اس جگہ حضرت عمرؓ کا نام لکھ دیا ہے

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق بہت خوش ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے فہم و فراست کی بہت تعریف کی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کارنامے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک ہی میں لیبیا۔ الجزائر اور مراکش فتح ہوئے اور ۲۸ھ میں قبرص یعنی سائپرس بھی اسلامی ممالک محروسہ میں شامل ہو گیا۔ ۳۱ھ میں رومیوں نے ۵۰۰ بحری جہازوں پر مشتمل ایک عظیم بحری بیڑا سواحل شام پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا لیکن مسلمانوں نے آگے بڑھ کر رومیوں کو شکست فاش دی۔ خود قسطنطین عیسائی بادشاہ بھی اس میں شدید زخمی ہوا اور اسلامی بیڑہ مظفر و منصور اپنی بندرگاہ میں واپس آیا جس کے بعد رومیوں کو اسلامی سلطنت پر پھر حملہ کرنے کی کبھی جرأت نہ ہوئی۔ (بحوالہ تاریخ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۷۴، ۷۵)

عہد عثمانی میں اسلامی سلطنت وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی یہ افریقہ میں مغرب اقصیٰ تک جا پہنچی ایران کی فتح بھی تکمیل کو پہنچی۔ افغانستان۔ خراسان۔ اور ترکستان کا ایک حصہ زیر نگین ہوا۔ شمالی جانب آرمینیا اور آذربائیجان مفتوح ہو کر اسلامی سلطنت کی سرحدیں کوہ قاف تک جا پہنچیں۔ بحری فتوحات کا آغاز بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہی ہوا۔

تعمیرات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مختلف جگہوں پر سڑکیں۔ پل اور مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ مدینہ کو آنے والے مختلف راستوں پر چوکیاں تعمیر کرائی گئیں۔ سرائے اور کنوئیں تیار کروائے گئے۔ علاوہ ازیں مدینہ میں شیریں پانی کا ایک کنواں بنوایا گیا جو بیئر السائب کے نام سے مشہور ہے۔ بارشوں کے موسم میں خیبر کی طرف سے مدینہ کی طرف شدید سیلاب آیا کرتا تھا جس سے شہر کی آبادی کو سخت نقصان پہنچا کرتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے کچھ فاصلہ پر بند بندھوا کر ایک نہر کے ذریعہ سے پانی کا رُخ دوسری طرف کروا دیا جس سے مدینہ کو سیلاب کا خطرہ مستقل طور پر ٹل گیا۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام ملک میں گھوڑوں اور اونٹوں کی پرورش و پرداخت کے لئے نہایت وسیع و عریض چراگاہیں بنوائیں جو ملک کی سالمیت کے لئے نہایت ضروری تھیں۔

فوجی مراکز

ملک کے دفاع کے لئے [illegible]

معتدبہ اضافہ کیا اور طرابلس، سائپرس، طبرستان اور آرمینیا میں نئی چھاؤنیاں قائم کرنے کے علاوہ آپؓ نے مختلف اضلاع میں ایسی چھاؤنیاں قائم کر دیں جہاں تھوڑی تھوڑی فوج ہمیشہ متعین رہتی تھی۔

حضرت عثمانؓ کے عہد کا فتنۂ عظیمہ

خلافت نبوت کا ثمرہ ہوتی ہے اور اسی کے ذریعہ وہ تمام برکات اپنے عروج کو پہنچتی ہیں جن کی بنیاد نبی کے وقت میں رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے وقت میں بھی اسلامی سلطنت کا وہ عروج منزل بمنزل اپنے کمال کی طرف رواں دواں تھا کہ جس سے اسلام کے دشمنوں اور حاسدوں کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے تھے اور وہ اس قرآنی آیت کی ایک مجسم تصویر بنے ہوئے تھے کہ:-

"قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ"

لیکن اسلام کی ترقی کو روکنا ان کے بس کا روگ نہ تھا اور انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ اب ان کے لئے سوائے سازشوں اور سیہ کاریوں اور گھناؤنی اور مکروہ چالوں کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں اسلام کو اندرونی فتنوں کے ذریعہ تباہ کرنے کی ایک ناپاک سکیم تیار کی گئی۔ جس کا سرغنہ ایک یہودی یعنی عبداللہ بن سبا تھا۔ اس شخص نے اپنی چرب زبانی اور افترا پردازی سے باغیوں کا ایک گروہ دارالخلافہ مدینہ پر لا چڑھایا جنہوں نے وہاں ایک اودھم مچا دیا جس کے نتیجہ میں بالآخر حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔

اس فتنۂ عظیمہ کی تفصیل میں جانے کا یہ وقت نہیں ہے لیکن آپ کی حیات و ممات نے خلافت کے بارہ میں دو مسئلے مستقل طور پر حل کر دیئے ہیں جو مومنوں کے لئے مستقل مشعل راہ ہیں۔ ان دو نوں مسئلوں کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے:-

پہلا مسئلہ یہ حل ہوا ہے کہ خلیفہ کا انتخاب گو بظاہر مومنین ہی کرتے ہیں لیکن یہ انتخاب مشیت الٰہی کا مظہر ہوتا ہے اس لئے یہ انتخاب حقیقتاً خدائی انتخاب ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی عین حیات میں یہ خوشخبری دی تھی کہ:-

"إِنَّ اللّٰهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيصًا فَإِنْ أَرَادَكَ الْمُنَافِقُونَ عَلَىٰ خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ أَبَدًا"

(مسند احمد بن حنبل)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص عطا کرے گا اور اگر منافق تجھ سے اسے اتارنے کا مطالبہ کریں تو ان کی بات ہرگز نہ ماننا۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ سے جب باغیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے تو حضرت عثمانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان کو یہی جواب دیا کہ:-

"مَا كُنْتُ لِاَخْلَعَ سِرْبَالًا سَرْبَلَنِيْهِ اللّٰهُ"

یعنی میں وہ خلعت اتارنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں جو مجھے خود اللہ تعالیٰ نے پہنائی ہے۔

(بحوالہ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۱)

جس پر ان بدبخت باغیوں نے نہایت بے دردی اور سفاکی سے آپؓ کو شہید کر دیا۔ اور آپؓ کی وفات نے خلافت کے بارہ میں دوسرا مسئلہ بھی حل کر دیا کہ خلیفۂ راشد سے استعفیٰ یا دستبرداری کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی خلیفۂ راشد از خود مستعفی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے شہادت کو لبیک کہا لیکن مستعفی ہرگز نہ ہوئے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین!

○

تاریخ انصار اللہ

شوریٰ انصار اللہ ۱۹۷۲ء میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ انصار اللہ کی تاریخ مرتب کی جائے۔ الحمد للہ کہ مختلف مراحل سے گزر کر یہ تاریخ جلسہ سالانہ پر شائع ہو رہی ہے۔ نہایت خوبصورت لکھائی۔ کاغذ۔ طباعت اور جلد سے مزین۔ یہ کتاب جلسہ سالانہ کے ایام میں آپ کو دفتر انصار اللہ مرکزیہ سے مل سکتی ہے۔ انصار سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کو خریدیں اور مطالعہ فرمائیں!

(سیکرٹری مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

○

تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں حصّہ لینے والے معطی حضرات

مندرجہ ذیل مزید احباب کرام نے تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں مبلغ تین صد یا اس سے زائد رقوم ادا کی ہیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ بیرونی ممالک کے مہمانان کرام کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر گیسٹ ہاؤس کی توسیع لازمی ہوگئی ہے اس لئے احباب کرام اپنے یا اپنے عزیزو اقارب کے اسمائے گرامی یادگار دعائیہ لوح پر محفوظ کرانے کے لئے مبلغ ۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقوم ادا فرما کر مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے قیام میں سہولت پیدا کرنے کا عملی مظاہرہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم سے نوازے۔ آمین۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی معہ سکونت	رقم
۱	چوہدری منیر احمد صاحب پی۔ اے۔ ایف چاک کھوسکی ضلع بدین	۳۰۰-۰۰
۲	سید محمد احمد صاحب مرحوم منجانب پسر سید انس احمد صاحب حیدرآباد شہر	۳۰۰-۰۰
۳	سید محمد اشرف صاحب مرحوم " پوتا " " " " "	۳۰۰-۰۰
۴	والدین چوہدری نواب دین صاحب بھروکے کلاں ضلع سیالکوٹ	۳۵۰-۰۰
۵	والدین عبدالرشید صاحب " " " "	۳۰۰-۰۰
۶	اللہ دین صاحب مرحوم منجانب پسران حاجی نذیر احمد اور مرزا محمد صادق صاحب ڈسکہ	۳۰۰-۰۰
۷	منشی محکم دین صاحب جتوئی حیدرآباد	۳۰۰-۰۰
۸	چوہدری ناظر علی صاحب صدر جماعت احمدیہ کھیم سنگھ والا ضلع فیصل آباد	۳۰۰-۰۰
۹	محمد بی بی صاحبہ مرحومہ اہلیہ مرزا عبدالحق صاحب نمبر مرچنٹ دارالبرکات ربوہ	۳۰۵-۰۰
۱۰	والدین مکرم حاجی رسول بخش صاحب گوٹھ رسول بخش ضلع نواب شاہ سندھ	۳۰۰-۰۰

(قائد مال مجلس انصار اللہ ربوہ)

تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں حصہ لینے والے معطی حضرات

مندرجہ ذیل مزید احباب کرام نے تعمیر گیسٹ ہاؤس انصار اللہ میں مبلغ تین صد یا اس سے زائد رقوم ادا کی ہیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔ بیرونی ممالک کے مہمانان کرام کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر گیسٹ ہاؤس کی توسیع لازمی ہوگئی ہے اس لئے احباب کرام اپنے یا اپنے عزیزو اقارب کے اسمائے گرامی یادگار دعائیہ لوح پر محفوظ کرانے کے لئے مبلغ ۳۰۰ روپے یا اس سے زائد رقوم ادا فرما کر مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کے قیام میں سہولت پیدا کرنے کا عملی مظاہرہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے۔ آمین۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی معہ سکونت	رقم
۱	چوہدری منیر احمد صاحب پی۔ اے۔ ایف چاک کھوسکی ضلع بدین	۳۰۰ - ۰۰
۲	سید محمد احمد صاحب مرحوم منجانب پسر سید انس احمد صاحب حیدر آباد شہر	۳۰۰ - ۰۰
۳	سید محمد اشرف صاحب مرحوم " پوتا " " " " "	۳۰۰ - ۰۰
۴	والدین چوہدری نواب دین صاحب بھروکے کلاں ضلع سیالکوٹ	۳۰۰ - ۰۰
۵	والدین عبد الرشید صاحب " " " "	۳۰۰ - ۰۰
۶	اللہ دین صاحب مرحوم منجانب پسران حاجی نذیر احمد اور مرزا محمد صدیق صاحب ڈسکہ	۳۰۰ - ۰۰
۷	منشی محکم دین صاحب جتوئی حیدر آباد	۳۰۰ - ۰۰
۸	چوہدری ناظر علی صاحب صدر جماعت احمدیہ ڈھیم سنگھ والا ضلع فیصل آباد	۳۰۰ - ۰۰
۹	محمد بی بی صاحبہ مرحومہ اہلیہ مرزا عبد الحق صاحب نمبر مرچنٹ دار البرکات ربوہ	۳۰۵ - ۰۰
۱۰	والدین مکرم حاجی رسول بخش صاحب گوٹھ رسول بخش ضلع نواب شاہ سندھ	۳۰۰ - ۰۰

(قائد مال مجلس انصار اللہ ربوہ)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی
مرسلہ مکرم مبشر احمد صاحب راجیکی

خواب کی حقیقت

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ ربِ اجسام ہی نہیں ربِ ارواح بھی ہے اور اس نے جہاں انسان کی نشوو نما کے لئے متعدد سامان پیدا کئے ہیں وہاں اس کی روحانی نشوونما کے لئے بھی مختلف سامان پیدا فرمائے ہیں۔ اور ان سامانوں میں سے ایک خواب بھی ہے۔ اور اس کا مادہ ہر انسان کی فطرت پر رکھ گیا ہے۔ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ انبیاء بھی خوابیں دیکھتے رہے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے پس خوابوں کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ ابن سیرین فرماتے ہیں:-

الرُّؤیَاءُ ثَلٰثٌ - حَدِیْثُ النَّفْسِ وَتَخْوِیْفُ الشَّیْطَانِ وَبُشْرٰی مِنَ اللّٰہِ فَمَنْ رَأٰی شَیْئًا یَکْرَھُہٗ فَلَا یَقُصُّہٗ عَلٰی اَحَدٍ وَلْیَقُمْ فَلْیُصَلِّ

(تعطیر الانام)

یعنی خوابوں کی تین قسمیں ہیں ایک حدیث النفس ہے، دوسرے شیطان کی تخویف اور تیسرے بشریٰ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائی جاتی ہے اور جو مکروہ خواب دیکھے اسے چاہیئے کہ وہ کسی سے بیان نہ کرے اور اسی وقت اٹھے اور نماز کے ذریعہ دعا کرے تاکہ اس کے ضرر سے محفوظ رہے۔

اب یاد رکھنا چاہیئے کہ حدیث النفس سے مراد تو وہ خوابیں ہیں جو انسان اپنی طبیعت کی رو کے تحت عام طور پر دیکھتا رہتا ہے۔ کیونکہ اس کا دماغ کسی وقت بھی بے خیال نہیں رہتا۔ بیداری کی حالت میں بھی اس کے دماغ میں خیالات آتے رہتے ہیں۔ اور خواب کی حالت میں بھی۔ طالب علم جو دن کو پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں۔ طبیعت کی رو کے تحت رات کے وقت خواب میں بھی اسی شغل میں لگے رہتے ہیں۔ ایسا ہی پیشہ وروں کا حال ہے۔ درزی، درزی کے کام میں اور دھوبی دھوبی کے شغل میں مصروف رہتا ہے یہ الگ بات ہے کہ جس طرح بیداری میں خیالات آتے اور ساتھ ساتھ بھولتے جاتے ہیں۔ خواب میں بھی خیالات آتے رہتے ہیں اور بھولتے جاتے ہیں اور انسان اس بھول کی وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ اسے کوئی خواب نہیں آیا۔ حالانکہ انسانی دماغ کسی وقت بھی خیالات کی آمد و رفت سے خالی نہیں رہ سکتا۔ اور خواب میں بھی یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یہ خیالات

اختیار کی۔ ان کے لئے دنیوی زندگی
میں بشارات کا انعام مقدر ہے۔ اور
اخروی زندگی میں بھی۔

مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے دوستی کا تعلق استوار کرتے ہیں۔ وہ نہ صرف شیطان کی تخویف سے محفوظ رہتے ہیں۔ بلکہ اپنے ایمان اور تقوےٰ کے طفیل عالم قدس سے ایک طرح کی مناسبت پیدا کر لیتے ہیں جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اکثر خواب ایسے دکھائے جاتے ہیں۔ جو بشارات پر مشتمل ہوتے ہیں۔

اور امام ابن سیرین نے یہ فرمایا کہ مکروہ خواب دیکھنے والا نماز کے ذریعہ دعا کرے کہ اس بناء پر کہ محافظ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی خواب کے بد اثرات سے بچا سکتا ہے۔ اس لئے انسان کے لئے یہی لازم ہے کہ نماز کے ذریعہ اسی سے دعا مانگے۔ سورۃ نمل میں آتا ہے۔

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا
دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ

(نمل آیت ۶۳)

یعنی اللہ تعالیٰ ہی بیکسوں کی دعائیں سنتا ہے۔ اور ان کی تکالیف کو رفع کرتا ہے
پس ان کو اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

رؤیا کے بعض پہلوؤں پر حدیث میں بھی روشنی ڈالی گئی ہے جیسا کہ بخاری اور مسلم میں آتا ہے۔

اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَ
الْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا رَاٰى
اَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثْ
بِهٖ اِلَّا مَنْ يُّحِبُّ وَاِذَا رَاٰى
مَا يَكْرَهُ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ
مِنْ شَرِّهَا وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ
وَلْيَتْفُلْ ثَلَاثًا وَلَا يُحَدِّثْ
بِهَا اَحَدًا فَاِنَّهَا لَا تَضُرُّهٗ

(رواہ بخاری ومسلم)

یعنی رؤیائے صالحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور حُلم شیطان کی طرف سے۔ پس جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے۔ تو صرف اس شخص کو بتائے جو اس کا دوست ہو۔ اور جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے۔ تو اس کے شر اور شیطان کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔ اور تین دفعہ تھوک دے اور یہ خواب کسی کو نہ بتائے تو اس صورت میں اس کا بُرا اثر ظاہر نہیں ہوگا۔

اسی طرح صحیح مسلم میں آتا ہے۔

اِذَا رَاٰى اَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا
يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ
يَسَارِهٖ ثَلٰثًا وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ
مِنَ الشَّيْطٰنِ ثَلٰثًا وَلْيَتَحَوَّلْ
عَنْ جَنْبِهِ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ

(رواہ مسلم)

یعنی جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو تین دفعہ اپنی بائیں طرف

اس پر ملائکہ کے نزول کا دروازہ کھل جاتا ہے اور اس کے اکثر خواب سچے نکلتے ہیں مگر اس کے برعکس کاذب اور فاسق انسان پر چونکہ شیطان مسلط ہوتا ہے اس لئے اس کے اکثر خواب جھوٹے نکلتے ہیں۔ الغرض شیطانی خوابوں کی ایک وجہ دروغگوئی کی عادت بھی ہے۔ اور اگر دروغگوئی کی عادت نہ بھی ہو تو دوسرے معاصی ہی شیطانی خوابیں دکھانے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی

تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ

میں اثیم کا لفظ ظاہر ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مکروہ خواب دیکھنے پر پہلو بدل لیا جائے۔ تو یہ پہلو کا بدلنا بھی دراصل ایک طرح کا اظہار نفرت ہی ہے۔ جیسا کہ تھوکنے کے فعل میں ایک قسم کا اظہار نفرت پایا جاتا ہے۔ اور یہ ارشاد اس لئے بھی ہو سکتا ہے کہ پہلو بدلنے سے خیالات کی رَو بدل جائے۔ اور اس لئے بھی بعض اوقات سیدھا لیٹنے سے سینے پر ہاتھ آجاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں قلب پر بوجھ پڑتا ہے۔ اور متوحش خوابوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس وقت پہلو بدل لیا جائے۔ تو وہ سلسلہ رک جاتا ہے۔ اسی طرح بائیں پہلو پر سونے سے بھی قلب پر بوجھ پڑتا ہے۔ اور یہ بوجھ بعض اوقات مکروہ خواب کا بھی باعث بن جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہمیشہ دائیں پہلو پر خواب استراحت فرمایا کرتے تھے۔ کیا عجب کہ یہ طریق رحمانی خوابوں کے قریب کرنے والا اور شیطانی خوابوں سے دور رکھنے والا ہو۔ کیونکہ دائیں بائیں کا تعلق بعض حالات میں خیر اور شر سے بھی ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں نیکی والوں کو اصحاب الیمین اور بدی والوں کو اصحاب الشمال قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ بعض اوقات اللہ تعالےٰ کی طرف سے منذر خواب دکھایا جاتا ہے لیکن جیسا کہ ڈاکٹر کے چیرنے پھاڑنے کا پُرحکمت فعل اپنے اندر شفقت کا پہلو رکھتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کی طرف سے دکھایا ہوا منذر خواب بھی صالحہ ہونے کی وجہ سے اپنے اندر رحمت کا پہلو رکھتا ہے اور اس سے مقصود انسان کی اصلاح

۱؎ حدیث میں آتا ہے کہ اَصْدَقُکُمْ رُؤْیَا اَصْدَقُکُمْ حَدِیْثًا (جامع ترمذی) یعنی تم میں سے سب سے سچے خواب دیکھنے والا وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہے۔

یہ حدیث خواب کی نفسیات سمجھنے کے لئے کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔ لیکن یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ماہر نفسیات جس خواب کی تشریح کرتے ہیں۔ وہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے اور چیز ہے۔ اور رویائے صالحہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے اور چیز ہے۔

اور تادیب ہوتی ہے نہ کہ تخویف اور ترہیب۔

رویائے صالحہ کی اہمیت اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے نبوت کا ۴۶واں حصّہ قرار دیا ہے۔ اور یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتِ (بخاری)

یعنی جنس نبوّت میں سے صرف مبشرات والی نوع باقی ہے۔

اور یہ مبشرات والی نوع رؤیا کشف اور الہام سب پر حاوی ہے، اور ان سب کا تعلق قلب سے ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى (نجم)

سے ظاہر ہے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب پر جو انکشاف ہوا خواہ الہام سے خواہ کشف سے خواہ رؤیا سے وہ کذب کے شائبہ سے پاک تھا۔ بہرکیف

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ

ایک جامع حدیث ہے اور اس میں واضح طور پر بتادیا گیا ہے۔ کہ رویائے صادقہ کا دروازہ قیامت کھلا رہے گا

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بھی روحانی قوتوں کا سرچشمہ قلب کو ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضور اپنی پُر معارف تصنیف حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"وہ خدا جو کریم و رحیم ہے جیسا کہ اس نے انسانی فطرت کو اپنی کامل معرفت کی بھوک اور پیاس لگادی ہے ایسا ہی اس نے اس معرفت کاملہ تک پہنچانے کے لئے انسانی فطرت کو دو قسم کے قوے عنایت فرمائے ہیں۔ ایک معقولی قوتیں جن کا منبع دماغ ہے اور ایک روحانی قوتیں جن کا منبع دل ہے اور جن کی صفائی دل کی صفائی پر موقوف ہے۔ اور جن باتوں کو معقولی قوتیں کامل طور پر دریافت نہیں کرسکتیں روحانی قوتیں ان کی حقیقت تک پہنچ جاتی ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صـ۶)

اسی طرح حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے بعض اوقات اپنے خاص بندوں کے لئے عام لوگوں کو بھی خواب دکھا دیتا ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

اَلْمُؤْمِنُ يَرٰى وَ يُرٰى لَهٗ (مشکوٰۃ)

یعنی مومن کبھی خود خواب دیکھتا ہے اور کبھی دوسروں کو اس کے متعلق خواب دکھایا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات کافروں کو بھی سچا خواب آجاتا ہے تاکہ وہ منکرین کے مومن بندوں کے سچے خوابوں سے تاکہ نہ

کر سکیں۔

اسی طرح حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ جب مہدی معہود کا ظہور ہوگا۔ تو آسمان سے آواز آئے گی۔

هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ
فَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْهُ ۔

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۶)

یعنی یہ مہدی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔
اس کی سنو اور اس کی اطاعت کرو۔

اور آسمان سے آواز آنے کا یہی مطلب ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ سے براہِ راست بشارات پا کر اس خلیفۃ اللہ کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کریں گے۔ چنانچہ اس حدیث کے مطابق ہزاروں لوگ بذریعہ رؤیا و کشوف مہدیٔ وقت کی صداقت پر مطلع ہوئے اور انہوں نے آپ پر ایمان لانے کی توفیق پائی۔

اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی بعض لوگوں کی راہنمائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی تھی۔ اور وہ بذریعہ وحی ایمان کی دولت سے بہرہ یاب ہوئے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ
اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ
قَالُوْا اٰمَنَّا (مائدہ آیت ۱۱۲)

یعنی اس وقت کو یاد کرو۔ جب میں نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لاتے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ چونکہ مثیل مسیح بھی تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ کے زمانہ میں بھی ایسا ہی وقوع میں آتا۔ اور لوگ بذریعہ وحی آپ پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کرتے۔ چنانچہ اسی طرح ہوا اور ہزاروں لوگوں نے بذریعہ وحی آپ پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کی۔

انجیل میں بھی آتا ہے کہ آخری زمانہ میں لوگوں کو بکثرت سچے خواب دکھائے جائیں گے۔ حوالہ یہ ہے کہ:۔

"خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں
ایسا ہوگا۔ کہ میں اپنی روح میں سے
ہر بشر پر ڈالوں گا۔ اور تمہارے بیٹے
اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گی۔ اور
تمہارے نوجوان رؤیا اور تمہارے
بڈھے خواب دیکھیں گے۔"

(اعمال ۲/۱۷،۱۸)

چنانچہ آخری زمانہ میں آسمان کے دروازے کھولے گئے۔ اور روحانی انوار کی موسلادھار بارش ہوئی۔ جس سے ہر شخص بقدر استعداد فیضیاب ہوا۔ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو بشارت دی تھی کہ

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوحِيْ إِلَيْهِمْ
مِنَ السَّمَاءِ۔ (تذکرہ)
تیری مدد وہ کریں گے جن کو ہم آسمان
سے وحی کریں گے۔
قریباً ہر ملک اور ہر قوم اور ہر طبقہ کے
ہزارہا لوگ اللہ تعالیٰ سے بشارات پاکر آپ کی
مدد کے لئے کمربستہ ہوگئے۔ اور مزید ہزارہا سعید
روحوں کی ہدایت کا موجب بنے۔
خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح مطابق آیت کریمہ
اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ
رِسَالَتَهُ (انعام آیت ۱۲۵)
اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کا انتخاب خود کرتا ہے

اسی طرح مطابق آیت کریمہ
اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ
وَيَهْدِيْ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ
(شوریٰ آیت ۱۱۴)
وہ رسولوں کے ممتاز صحابہ کا انتخاب بھی خود
ہی فرماتا ہے۔ ؎
آسمان پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَاءِ جَاءَ الْمَسِيْحُ جَاءَ الْمَسِيْحُ
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار
(درثمین)

مومن کا پانی دُعا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دُعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے اور جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کر سکتا ہے۔ جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہتی۔ اسی طرح مومن کا پانی دُعا ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صہ ۵۹)

از مکرم میاں غلام رسول صاحب اعوان

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سادہ زندگی

اللہ تعالےٰ نے جہاں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو کامل شریعت عطا کی۔ وہاں نوع انسانی کے لئے کامل نمونہ بھی بنا کر مبعوث فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ یعنی تمہارے لئے یہ رسولؐ کامل نمونہ ہے۔ جس جہت سے دیکھو حضور کی زندگی ہمارے لئے کامل نمونہ ہے۔ بچپن سے لے کر آخر تک اور فقر سے لے کر بادشاہی تک ہمارے لئے نمونہ ہی نمونہ ہیں حضور کی زندگی کے بہت سے پہلو ہیں۔ لیکن میں صرف ایک پہلو کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ ہے حضور کی سادگی یا سادہ زندگی۔

حضورؐ نے فرمایا کہ سادگی ایمان کے اوصاف میں سے ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ خیر الامور اوسطھا۔ یعنی ہر امر میں سادگی اور میانہ روی اختیار کرو۔ اور اسی میں بھلائی ہے۔ حضور نے ہر کام میں سادگی اور اعتدال کو مدنظر رکھا۔ اور افراط و تفریط سے منع فرمایا۔ جس سادگی سے زندگی شروع کی۔ اسی طریق پر ساری عمر گذار دی۔ پس سرور دو عالم ہر جہت سے ہمارے لئے کامل نمونہ ہیں۔ اور یہ صحیح ہے کہ ان کی اتباع سے ہی ہم اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔ الگ ہو کر نہیں۔

جاننا چاہیئے کہ انسانی زندگی کے بالعموم تین پہلو بہت نمایاں ہیں۔ ایک پہلو اس کا رہنا سہنا یعنی لباس و رہائش۔ دوسرا پہلو کھانا پینا اور تیسرا شادی بیاہ ہے۔ آیئے حضور کی زندگی کا ان پہلوؤں سے جائزہ لیں کہ حضور نے اپنی زندگی ان پہلوؤں سے کیسے گزاری۔ وباللہ التوفیق۔

یاد رہے کہ اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ حضور کا رہن سہن نہایت سادہ تھا۔ رہنے کے لئے قصر و ایوان نہ تھے۔ بلکہ وہی کچے کوٹھے تھے۔ جن میں خود اور امہات المومنین رہا کرتی تھیں۔ مسجد نبوی بھی کچے گارے کی بنی ہوئی تھی۔ جس میں حضور کا دو یا دہ تھا۔ اور دن کا بہت سا حصہ اس میں گذرتا تھا۔ مسجد کی چھت کھجوروں کے پتوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ جو بارش میں ٹپک پڑتی تھی۔ اور مسجد میں بیٹھنے کے لئے بھی ایک چٹائی تھی جو کھجور کے

پتوں سے بنی ہوئی تھی۔ اسی پر آپ استراحت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار جب حضور اس پر لیٹ کر اٹھے۔ تو چٹائی کے نشان جسم اطہر پر ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمر یہ دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ اور کہا کہ حضور قیصر و کسریٰ کے لئے تو حریر و پرنیاں ہیں۔ لیکن حضور کیلئے جو تمام دنیا کے بادشاہ ہیں صرف چٹائی۔ کیا ہم حضور کے لئے کوئی نرم سا گدا نہ بنوا دیں۔ فرمایا اے عمر الفقر فخری یہ دنیا دنیا والوں کے لئے ہے۔ اور ہمارے لئے تو خدا اور اس کی رضا ہی کافی ہے۔ پھر یہ بھی آتا ہے۔ کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی حفصہ (ام المومنین) سے دریافت کیا کہ اے حفصہ بتا کہ سرور دو عالمؐ کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا فرمایا دو کپڑے گیروے رنگ کے تھے۔ جن کو حضور جمعہ کے دن یا کسی وفد کی آمد پر پہنتے تھے۔ پھر پوچھا کونسا عمدہ سے عمدہ کھانا تیرے ہاں حضورؐ نے نوش فرمایا۔ کہنے لگیں کہ ہمارا کھانا جو کی روٹی تھی۔ ایک بار گھی کے ڈبے کی تلچھٹ روٹی پر الٹ دی۔ تو حضورؐ نے بڑے لطف سے کھایا۔ اور دوسروں کو بھی کھلایا۔ پھر پوچھا کہ کونسا عمدہ سے عمدہ بچھونا ہوتا تھا عرض کیا کہ ایک ٹاٹ تھا۔ جسے گرمیوں میں دوہرا کر کے بچھا لیتے تھے۔ اور سردیوں میں آدھا نیچے اور آدھا اوپر لے لیتے تھے۔ ایک دن میں نے اس کی چار تہیں کر کے حضور کے نیچے بچھا دیا تاکہ نرم رہے۔ صبح اٹھ کر مجھ سے دریافت کیا کہ حفصہ تم نے رات میرے نیچے کیا بچھا دیا تھا۔ میں نے کہا حضور وہی ٹاٹ تھا۔ جو روز بچھایا کرتی تھی البتہ تب میں نے اس کی چار تہیں کر دی تھیں تاکہ ملائم رہے۔ فرمایا اسے ویسا ہی کر دو۔ جیسا کہ تھا کیونکہ اس کی نرمی نے میری نماز میں ڈھیل ڈال دی۔

غور فرمایئے کہ یہ سادگی اور بے تکلفی کی کتنی عظیم مثالیں ہیں۔ اور جب آپ کا انتقال ہوا۔ تو عائشہؓ کے گھر میں صرف ایک چادر پیوند لگی ہوئی تھی۔ اور ایک موٹا تہ بند تھا۔ اس سادگی کے باوجود حضور کا ایثار بھی بے نظیر تھا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک بچے نے عرض کی۔ کہ میری ماں نے پیرہن مبارک مانگا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد آ کر لے جانا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد حاضر ہو گیا۔ اور عرض کیا کہ میری ماں نے پیرہن شریف کے لئے مجھے دوبارہ بھیجا ہے۔ آپ فوراً گھر تشریف لائے۔ اور بدن اطہر سے پیرہن اتار کر اس بچے کے حوالے کیا۔ حالانکہ اس کے سوا آپ کے پاس اور پیرہن نہ تھا۔ جب نماز کا وقت ہوا۔ حضرت بلال نے اذان دی۔ لوگوں نے کچھ دیر آپ کا انتظار کیا۔ جب آپ تشریف نہ لائے۔ تو سب بے قرار ہو کر گھر حاضر ہوئے۔ وہاں دیکھا۔ تو آپ تشریف فرما ہیں۔ فوراً کرتے کا انتظام کیا گیا۔ اس کو پہن کر حضور مسجد میں نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ کیا اس سے زیادہ سادگی اور ایثار کی مثال دنیا میں مل سکتی ہے۔

حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ایران سے چکیاں آئیں اور ان سے باریک آٹا پسنے لگا۔ ایسے آٹے سے جب

حضرت عائشہؓ نے روٹیاں بنائیں تو کھانے سے پہلے ان روٹیوں کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئیں۔ اور کہنے لگیں کہ کاش یہ چکیاں اس وقت آتیں۔ جب حضور زندہ تھے تو میں ان کو نرم نرم روٹیاں پکا کر کھلاتی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور گھر پہ ہوتے تو ہم لوگوں کا ہاتھ بٹاتے۔ اپنا کام خود کرتے۔ اپنا جوتا خود گانٹھتے۔ کپڑوں کو پیوند بھی خود لگاتے۔ اور بکریوں کا دودھ بھی خود دوہتے۔

ایک حدیث میں فرمایا کہ جس شخص نے شہرت کے خیال سے کوئی کپڑا پہنا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو ذلت اور رسوائی کا لباس پہنائے گا۔ اور جس نے ریشم پہنا اسے آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔ ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے کہ اے لوگو سادگی اور اعتدال اختیار کرو۔ سادگی اور اعتدال اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف میں نہیں ڈالتا۔ جب تک کہ تم خود مشقت میں نہ پڑو۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ کیا اچھا ہے اعتدال تمول میں۔ کیا اچھا ہے اعتدال فقر میں۔ کیا اچھا ہے اعتدال عبادت میں۔ ایک اور حدیث میں یوں فرمایا کہ کوئی قوم فقیر نہیں ہوتی جب تک اعتدال میں رہے۔ پس پرہیز کرو مالی اخراجات میں اور بے جا صرف کرنے میں۔

ایک دفعہ فدک کے رئیس نے حضور کی خدمت میں چار اونٹ غلہ کے لدوا کر بھیجے۔ حضورؐ کے حکم کے مطابق حضرت بلالؓ نے غلہ بازار میں فروخت کر دیا۔ اور قیمت فروخت میں سے یہودی کا قرض ادا کر دیا۔ پھر حضور کو اطلاع دی کہ کچھ رقم بچ گئی ہے۔ حضور نے فرمایا جب تک یہ رقم باقی ہے میں گھر نہیں جاؤں گا۔ حضرت بلالؓ نے عرض کی کہ کوئی سائل ہے ہی نہیں۔ حضور نے فرمایا بہر حال جب تک یہ رقم رہے گی۔ میں گھر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے رات مسجد میں بسر کی۔ دوسرے دن حضرت بلالؓ نے اطلاع دی کہ باقی رقم بھی تقسیم ہو گئی ہے۔ حضور نے یہ سنکر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور گھر تشریف لے گئے۔ حالانکہ اس روز حضور کے گھر کھجوروں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

سادگی کی ایک اور مثال بھی کتنی ایمان افروز ہے کہ ایک سفر میں صحابہ کرام نے بکری ذبح کی اور پکانے کے لئے اپنے ذمہ کام بانٹ لئے۔ حضور نے فرمایا کہ میں جنگل سے ایندھن لاؤں گا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپ تشریف رکھیں۔ ہم سب کام خود کر لیں گے۔ حضور نے فرمایا۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم میں سے اپنے آپ کو ممتاز کروں۔

باوجود اس امر کے کہ آپ دنیا کے بادشاہ تھے۔ اور آپ کے صحابہ آپ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ آپ اس قدر سادہ اور دردمند دل رکھنے والے تھے کہ کسی شخص کو تکلیف میں دیکھ کر برداشت نہ کر سکتے تھے۔ اور خود اس کی امداد کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ مکہ میں ایک بوڑھے غلام کو اس کے آقا نے باغ میں پانی دینے کا کام سونپا ہوا تھا۔ باغ سے ندی کا فاصلہ بہت

زیادہ تھا۔ ایک دن حضورؐ نے دیکھا کہ بوڑھا غلام بڑی مشکل سے پانی لا رہا ہے۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے ہیں۔ آپ کا دل درد سے بھر آیا بوڑھے کو آرام سے بٹھایا۔ اور اس کا سارا کام خود کر دیا۔ پھر فرمایا بھائی! جب کبھی میری مدد کی ضرورت پڑے تو مجھے بلا لیا کرو۔ بتاؤ کہ ایسے کام امراء بھی کیا کرتے ہیں۔ نہیں بلکہ وہی جن کی زندگی سادہ اور تکلف سے بے نیاز ہو۔

کھانے پینے کے متعلق حضورؐ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ آپ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے اور فرماتے میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح کھاتا ہوں۔ حضورؐ نے کبھی پیٹ بھر کر روٹی نہ کھائی۔ بلکہ کئی کئی دن فاقے سے گزر جاتے۔ کبھی اکیلے کھانا نہ کھایا بلکہ اپنے صحابہ کو شریک کیا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا کہ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں سے۔ مطلب یہ کہ مومن حریص نہیں ہوتا۔ بلکہ بھوک رکھ کر کھاتا ہے۔ کھانے پینے کے متعلق حضورؐ کا ارشاد یہ ہے کہ پیٹ کا ایک حصہ غذا سے اور دوسرا پانی سے بھرو۔ اور تیسرا حصہ ہوا کے لئے چھوڑ دو۔ ہمیشہ سادہ غذا کھاؤ اور بھوک رکھ کر کھاؤ۔ اس پہلو کے متعلق بہت سی مثالیں بیان کی جا سکتی ہیں لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے میں انہیں چھوڑتا ہوں۔

اب میں شادی بیاہ اور زیب و زینت کے متعلق حضورؐ کے اسوہ کا ذکر کرتا ہوں کہ کس سادگی کا حضورؐ نے ہم کو سبق دیا۔ ایک بار حضورؐ کی بیگمات میں سے کسی نے کہا کہ چونکہ اب مالِ غنیمت بہت زیادہ آ رہا ہے۔ اور اس میں اچھی اچھی چیزیں آ رہی ہیں۔ ہم کو بھی اچھے کپڑے اور زینت کا سامان چاہئے۔ یہ بات سن کر آپ ناراض ہو گئے اور گھر آنا جانا اور بول چال بند کر دی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ان سے کہا۔ اگر تم میرے ساتھ سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرنے کے لئے تیار نہیں تو آؤ میں تم کو دنیا کا سامان دے کر رخصت کر دوں۔ اس پر تمام ازواجِ مطہرات نے معذرت کی۔ اور کہا کہ خدا کی قسم ہم سے کوئی بھی دنیا کی طالب نہیں ہمیں تو حضورؐ کی ذات ہی کافی ہے۔

جب آپ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جوان ہوئی تو آپ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ آپ کے پاس کچھ ہے۔ رقم تو نہیں صرف ایک زرہ ہے۔ فرمایا اس کو گروی رکھ کر رقم لے آؤ۔ انہوں نے تعمیل کی۔ اس رقم سے ایک جوڑا کپڑوں کا تیار کیا گیا۔ اور خود حضورؐ نے اپنی طرف سے حضرت فاطمہؓ کے لئے چند چارپائیاں، چند مٹی کے برتن ایک مشکیزہ اور ایک چٹائی اور ایک سرہانہ دے کر لڑکی کو حضرت علیؓ کے گھر بھیج دیا۔ تو یہ تھا حضورؐ کا شادی بیاہ کے متعلق عمل کہ کس سادگی سے لڑکی کا رخصتانہ کیا۔ اور کیا کچھ دیا۔ لیکن آج کل کے مسلمانوں کا عمل دیکھو تو سراسر اس کے خلاف ہے۔ شریعت کی ضرورت نہیں نمود و نمائش اور بیاہ برات و زیورات پر جس قدر خرچ کیا جاتا ہے اس کا ہر شخص کو علم ہے

ایک بار حضور حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ جاکر دیکھا کہ ایک منقش کپڑا دیوار پر لٹک رہا ہے۔ آپ دروازہ سے ہی واپس تشریف لے آئے۔ حضرت فاطمہ کو پتہ لگا کہ آپ بلاوجہ بتلائے باہر ہی سے واپس تشریف لے گئے ہیں۔ تو گھبراہٹ کے عالم میں حضور کے پاس پہنچ گئیں۔ اور وجہ ناراضگی دریافت کی۔ فرمایا فاطمہ۔ کپڑے تو انسان کے پہننے کے لئے ہیں دیواروں پر ڈالنے کے لئے تو نہیں۔ ہمیں ایسی زیب و زینت سے کیا کام۔ اسی وقت حضرت فاطمہؓ نے وہ پردہ اٹھاکر راہ خدا میں دے دیا۔

ایک بار حضور کسی گلی سے گزرے تو آپ کی نظر ایک مکان پر پڑی جو نیا نیا تکلف سے بنا ہوا تھا اس پر ایک آرائشی قبلہ بھی تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کس کا مکان ہے۔ معلوم ہوا کہ فلاں صحابی کا ہے۔ حضور یہ سنکر چپ رہے۔ کسی دوسرے وقت وہ صحابی حاضر ہوئے۔ تو آپ نے اعراض فرمایا۔ سبب دریافت کیا تو صحابہ نے بات بتادی۔ کہ معاملہ یوں ہے۔ راس نے جاکر قبلہ گرادیا۔ اتفاقاً پھر کسی وقت وہاں سے گزر ہوا پوچھا کہ وہ قبلہ کہاں گیا۔ عرض کیا کہ اس نے توڑ دیا تھا۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ

"ہر تعمیر انسان پر وبال ہے مگر وہ جو
سخت ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے ہو"

تو یہ تھی حضور کی تعلیم عمارتوں کے متعلق کہ مکان بناؤ جس میں آرائش نہ ہوں۔ صرف اشد ضرورت کے لئے ہی عمارت بنائی گئی ہو۔ ... لیکن آج کے مسلمان کا حال اس کے برعکس ہے۔ ہر شخص رہنے سہنے کے لئے عالی شان عمارت کی خواہش رکھتا ہے۔ جس میں ہر ضرورت کے لئے الگ الگ کمرے ہوں جو آراستہ پیراستہ ہوں۔ آمد و رفت کے لئے کار یا کوئی اور سواری بھی ضرور ہو۔ کھانے پینے کے لئے اچھا سے اچھا اور پرتکلف کھانا ہو۔ اور سچ پوچھو تو کام و دہن کی لذت نے انسان کو لالچی اور حریص بنادیا ہے۔

اس میں سادگی رہی ہی نہیں۔ وہ اپنا معیار زندگی بلند کرنے کی فکر میں ہے۔ چاہے جس طرح بھی ہو اسے سادگی پسند نہیں۔ وہ سادگی کو ذلت سمجھتا ہے حالانکہ جو مزا سادگی میں ہے تکلف میں کہاں۔ صبح کے ناشتہ میں اگر پراٹھا نہ ہو۔ یا اس قبیل کی دوسری مرغن چیزیں نہ ہوں تو اس کا نفس مانتا ہی نہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ آدھی دنیا خوش خوری سے بیمار ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر غذا مرغن اور پرتکلف ہو۔ تو انسان عموماً زیادہ کھالیتا ہے۔ اور یہی پرخوری اس کے لئے طرح طرح کی بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔ اور پھر جو لوگ پرخور اور آرام طلب ہوں۔ ان کی صحت جسمانی جواب دے دیتی ہے۔ گولی کھائیں تو بھوک لگے۔ گولی کھائیں تو کھانا ہضم ہو۔ گولی کھائیں تو اجابت ہو۔ گولی کھائیں تو نیند آئے۔ گولی کھائیں تو اعصاب شکنی دور ہو۔ گولی کھائیں تو چلنے پھرنے کے قابل ہوں۔ غرض سارا دن طرح طرح کی گولیاں ہی کھاتے رہتے ہیں کسی نے صحیح کہا ہے کہ جنگوں میں اتنے آدمی نہیں مرتے۔ جتنے پرخوری سے مرتے ہیں۔ لیکن ان کے مقابلہ

میں جن کی غذا سادہ ہے اور وہ محنت اور مشقت
کے عادی ہیں وہ ہر لحاظ سے بہتر ہیں۔ امراء دولت
کے ذریعہ آرام اٹھاتے ہیں۔ لیکن غریب اور سادہ
زندگی گزارنے والے اچھی صحت سے زندگی کا لطف
اٹھاتے ہیں۔ کھانے کا مزا تو عمدہ بھوک سے اور
سونے کا مزہ تو مشقت کرنے کے بعد ملتا ہے۔ اور یہ
دو چیزیں اہلِ دولت کے پاس نہیں۔ پس سادہ زندگی
صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اور صحت ہی سے
انسان حق عبادت ادا کر سکتا ہے۔ دیکھو جو رات کو
پیٹ بھر کر سوئے وہ تہجد کے لئے کیا اٹھ سکتا ہے۔
اور جو آرام طلب ہو وہ مسجد میں نماز کے لئے کب
جا سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى

کہ ہر حال میں اعتدال رکھو یہی تقوےٰ ہے۔
آقائے نامدار کی زندگی ہمیں یہی سبق سکھاتی
ہے کہ ہر حال میں میانہ روی اختیار کی جائے۔ اور سادگی
سے زندگی گزاری جائے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ زندگی
ایسی گزارو جیسے راہ چلتا مسافر۔ جو درخت کی چھاؤں
میں تھوڑا سا آرام کر کے پھر چل پڑتا ہے۔ صحابہ کرام نے
بھی آپ کے بعد سادگی کو ترک نہ کیا۔ حالانکہ فتوحات کے
زمانہ میں اموال کی ریل پیل ہوگئی تھی۔ اور خوشحالی لوٹ
آئی تھی۔ ایک بار حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ
کو فرمایا۔ کہ اے عمر اگر تم اپنے آقا سے ملنے کی آرزو رکھتے
ہو۔ تو ان جیسے کام بھی کرو۔ وہ یہ ہیں کہ اپنے کپڑوں
میں پیوند لگاؤ۔ اپنا جوتا خود گانٹھو۔ شکم سیر ہو کر نہ کھاؤ
اور رات کو کم سوؤ۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات
میں سے ایک اقتباس دے کر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں جو حضورؑ
فرماتے ہیں:۔

"انسان صرف عبادت کے لئے پیدا کیا
گیا ہے۔ پس اس مقصد کو پورا کرنے
کے لئے جس قدر چیزیں درکار ہیں
اگر اس سے زیادہ لیتا ہے۔ تو گو وہ شے
حلال ہی ہو مگر فضول ہونے کی وجہ سے
اس کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ جو
انسان رات دن نفسانی لذات میں مصروف
ہے وہ عبادت کا کیا حق ادا کر سکتا
ہے۔ مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ
تلخ زندگی بسر کرے۔"

(ملفوظات جلد ہفتم)

تلخ زندگی کے الفاظ قابلِ فہم ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کے دوستوں
کو سادگی سے بھی کم درجے پر لانا چاہتے ہیں۔

پس سادہ زندگی میں ہی سب بھلائیاں ہیں۔ حضرت
مصلح موعودؓ نے تحریک جدید میں سب سے بڑا مطالبہ
سادہ زندگی کا رکھا تھا۔ اور فرمایا کہ جن دلوں میں اسلام
کی محبت ہے وہ اپنی زندگیاں سادہ بنائیں۔ نہ صرف سادہ
بناؤ بلکہ تلخ بناؤ کہ یہی رب کریم کو پسند ہے ؎

تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول
تا تم پہ ہو ملائکہ عرش کا نزول

انصار اللہ سے خطاب

مجلس انصار اللہ کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر محترم صدر صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ شعراء صاحبان طرح مصرع

"جوانوں کے تم ہو جواں اللہ اللہ"

پر طبع آزمائی کریں۔ چنانچہ اس تحریک پر جماعت علیا ماڈل ٹاؤن کے ایک انصار مکرم سعید احمد صاحب انجان نے اپنا خوبصورت کلام بھجوایا ہے۔ جو درج ذیل ہے:۔

یہ ہمّت یہ تاب و تواں اللہ اللہ ۔۔۔ جوانوں کے تم ہو جواں اللہ اللہ
مقدّم تمہیں کارِ دیں ہے جہاں میں ۔۔۔ مؤخر ہے کارِ جہاں اللہ اللہ
صنم خانۂ رنگ و بُو میں فقط تُم ۔۔۔ محمدؐ کے ہو ترجماں اللہ اللہ
یہ دنیا طلسمِ فریب و ریا ہے ۔۔۔ صداقت کی ہو تم زباں اللہ اللہ
کبھی داغِ ہجرت کبھی منزلِ دار ۔۔۔ رہِ عشق کے امتحاں اللہ اللہ
تمہارے ارادوں کی عظمت کے آگے ۔۔۔ نگوں ہیں زماں و مکاں اللہ اللہ
جگا دو زمانے کو خوابِ گراں سے ۔۔۔ کہ تم ہو سحر کی اذاں اللہ اللہ
تمہاری ہر اک شے خدا کے لئے ہے ۔۔۔ نہیں فکرِ سود و زیاں اللہ اللہ
تمہاری فتوحات کا منتظر ہے ۔۔۔ جہاں ماورائے جہاں اللہ اللہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔